سلسلہ اشاعۃ العلوم نمبر ۴۶

اذا نودي للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله

بعون معین حقیقی ہر مستعین و مستنصر مجیب ہر سائل مضطر کتاب مستطاب

اعنی

القول الاظہر

فیما یتعلق بالاذان

عند المنبر

مولفہ عالم فطین فاضل متین مولانا مولوی معین الدین صاحب صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف دام فضلہ

حسب الحکم عالیجناب فضیلت مآب مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ خان بہادر معین المہام امور مذہبی و صدر الصدور صوبجات دکن دامت برکاتہم

باہتمام مولانا ابوالدرجات مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم اشاعۃ العلوم حیدرآباد

بتصحیح مولوی سید محمد مخدوم حسینی عرف سید خواجہ پیر حسینی قادری النظامی

بقلم محمد حسن الدین عفی عنہ

در مطبع نظامیہ واقع حیدرآباد دکن مطبوع شد

وھو المعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اذان ثانی یوم جمعہ فقہ حنفی کے رو سے کہاں ہونا چاہیئے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ تعامل قدیم جو عامۂ بلاد اسلامیہ میں متوارث ہے (یعنی اذان ثانی داخل مسجد) بدعت سیئہ ہے۔ اس باب میں ابوداؤد کی اُس حدیث سے سند لاتے ہیں جسکی سند میں محمد بن اسحٰق صاحب المغازی ہیں اور جس میں لفظ بَیْنَ یَدَیْہِ کے ساتھ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وارد ہوا ہے اور عبارات کتب فقہیہ جن میں عموماً۔ یُکْرَہُ الْاَذَانُ فِی الْمَسْجِدِ وارد ہے سند پیش کرتے ہیں۔ علماء کا فریق دیگر اسکے سخت مخالف ہے وہ تعامل موجود کو اس وجہ سے حجت قرار دیتے ہیں کہ یہ زمانہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آیا ہے اور عبارات فقہیہ بَیْنَ یَدَیِ الْمِنْبَرِ وعِنْدَ الْمِنْبَرِ وَقَرِیْبًا مِنَ الْمِنْبَرِ کی بنا پر اذان خارج مسجد کو خلاف مذہب حنفی جانتے ہیں اور حدیث کی صحت میں محمد بن اسحٰق راوی کی وجہ سے کلام کرتے ہیں اس بارے میں جو جناب کی تحقیق ہو ظاہر کی جائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وهو الموفق للصواب

اذان ثانی یوم جمعہ فقہ حنفی کے رو سے امام کے سامنے داخل مسجد قریب منبر ہونا چاہیئے جیسا کہ تمام دنیا میں اس پر عملدرآمد ہے البتہ نماز پنجگانہ کیلئے اذان خارج مسجد ہونا چاہیئے جسکی نسبت فقہائے کرام رحمہم اللہ نے تصریح فرمادی ہے کیونکہ لااذان فی المسجد پر اذان متنازع فیہ فی هذا الزمان ، چونکہ دیگر اذانوں سے مستثنیٰ تھی اور اسپر نہ لئے دو حکم خاص رکھتی تھی۔ اول یہ کہ امام کے روبرو عین محاذات میں ہو دوسرے یہ کہ داخل مسجد اور امام کے قریب ہو ان ہر دو بلکہ ہر سہ مقاصد کی ادائی کیلئے الفاظ بین یدی الامام اور عند المنبر وقریباً من المنبر کافی ہیں دیکھئے اس بین یدی الامام سے اسقدر تو ضرور پتہ چلا کہ یہ اذان دیگر اذانوں سے ضرور مستثنیٰ ہے اور وہ استثناء یہ ہے کہ امام کے روبرو ہونا چاہیئے دیگر اذانوں کیلئے یہ حکم نہیں ہے اس قدر پر تو سب کو اتفاق ہے حتیٰ کہ فریق دیگر بھی اس امر پر سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں حالانکہ سوائے اس جگہ کے دوسری جگہ سے اس کا استثناء معلوم ہوا ۔ اب ہمکو سخت حیرت ہے اور حیرت کیساتھ الجھن کہ فریق دیگر ہم سے اس امر کا مطالبہ کرتے ہیں کہ جب داخل مسجد اذان ممنوع ہوئی تو اس اذان کا استثناء کسی کتاب حنفی سے دکھاؤ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ ہم سے کیوں مطالبہ کیا گیا ہم تو صاف کہدینگے کہ حضرت جیسے امر اول کا اس سے استثناء رہا ویسے ہی امر ثانی (داخل مسجد) وامر ثالث (قریب امام) کا خود اس حکم سے

استثنا ، ہوگیا بَیْنَ یَدَیْ وعِنْدَ و قُرب سب سے متبادر معنی قریب کے ہیں اب رہی کھینچ تان سو وہ دوسری بات ہے جسکے لئے ناظرین کو ذرا توقف و انتظار کی ضرورت ہے لیجئے یکرہ الاذان فی المسجد کا تو جواب ہوگیا اب رہی حدیث تو اگر درجۂ صحت کو بھی پہنچی ہوئی ہے تو وہ اخبار آحاد سے ہے اور خبر واحد تعامل کا نہیں بلکہ اجماع مسلمین کا مقابلہ نہیں کرسکتی نہ ضعیف ورنہ قول فریق دیگر حسن کیسے مقابل اجماع ہوسکتی ہے الحمد للہ نفس سوال کے جواب سے تو فراغت پائی اگر کاش فریق دیگر بھی اسقدر پر کفایت کرتا اور احیاناً جو ایک حدیث پر اُن کی نظر پڑ گئی تھی اُس کا نہایت سہل جواب بطریق مذکور اپنے آپ دے لیتا تو یہ چل جواب مچی ہوئی ہے کا ہیکو مچتی اور یہ قیامت صغریٰ جو محض ایک فرعی مسئلہ کی وجہ سے دنیا میں قائم ہوگئی ہے بدستور روپوش رہتی لیکن جبکہ یہ مسلمانوں کے ادبار کا زمانہ ہے بھلا ایسا کیونکر ہوسکتا تھا فریق دیگر نے اسطرف توجہ نہیں مبذول کی اور ایک جدید حکم اس حدیث سے مستنبط کرکے شائع کردیا اب شائع ہوئے پیچھے رجوع الی الحق مردان خدا کا کام ہے ہر شخص میں اُسکی اہلیت نہیں ہے ع طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست ۔ قصہ تو یہ بہت مختصر تھا لیکن ہماری نزاع سے عنقریب بحر طویل بننا چاہتا ہے بلکہ بن چکا رسالے پر رسالے بھی شائع ہوگئے جواب سے جواب الجواب تک نوبت پہنچگئی اس موقع پر بظاہر سکوت مناسب تھا اگر کتمانِ حق اور رسائل کے سوال کا رد گناہ کبیرہ نہ ہوتے تو ہم ضرور سکوت اختیار کرتے لیکن جب ایسا نہیں ہے تو جواب نہ دینا جرم خداوندی میں مبتلا ہونا ہے اور مختصر جواب کا یہ مطلب ہے کہ گویا جواب نہیں دیا اور مسئلہ کو

تحریر کو وسعت دی جاوے گی تاکہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاوے اور جو حضرات طالب حق ہیں وہ جادہ مستقیم پر قائم رہیں اور قیامت صغریٰ کے ہولناک اور مہیب آوازگولوں سے بچنے کیلئے یہ تحریر سپر کا کام دے دوسرے سے ہم کو چنداں بحث نہیں۔

یوں تو اس مسئلہ کے متعلق دو چار فتوے اور بھی شائع ہوئے ہیں جن میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد ہو لیکن اس میں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب **بریلوی** نے سب سے زائد حصہ لیا ہے اور انہیں کا فتویٰ سب سے پیشتر شائع ہوا ہے اسوجہ سے ہمارے اس جواب میں عموماً انہیں کی تحریرات پر تنقیدی نظر ہو گی۔

فاضل بریلوی اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں «رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی سنن ابو داؤد وغیرہ میں ہے عَنِ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رض

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں اور کہیں منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اسکی اجازت ہوتی تو بیان جواز کیلئے کبھی ایسا فرمایا ہوتا [illegible]

بعد فاضل بریلوی نے کتب فقہ کی اس عبارت لایُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ کے
نقل کا سلسلہ قائم کردیا ہے اور کامل دس کتابوں سے اس فقرہ کو نقل کیا
ہے اور ان سب کا خاتمہ جناب مولانا عبدالحی نوراللہ مرقدہ کی اس عبارت
پر کیا ہے کہ جو بین یدی کی تفسیر میں واقع ہوئی ہے کہ اگے مُسْتَقْبِلُ الْاِمَامِ
فِی الْمَسْجِدِ کَانَ اَوْ خَارِجَهُ وَالْمَسْنُوْنُ هُوَ الثَّانِیْ بس ہوگیا فاضل
بریلوی کا استدلال ختم۔ لیکن ہم کو اس میں و نیز اُن کی دیگر تحریرات میں کلام
ہے جسکو نمبروار لکھتے ہیں (۱) اس مقام میں گو فاضل بریلوی نے اجماع
کے شکست دینے کا تہیہ کرلیا ہے مگر مسلمانوں کو اسکی سخت ضرورت ہے
کہ اجماع کو ہاتھ سے نہ دیں اور اُسکی اہمیت کو سمجھیں ورنہ وہ جادۂ مستقیم
سے بہت دور جا پڑینگے تمام اہل حق علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ احکام شرعیہ
کا استنباط چار ادلّہ سے ہوتا ہے کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم اجماع امت مرحومہ قیاس مجتہدین ان میں کتاب اللہ کا مرتبہ سب سے بڑھکر
تسلیم کیا گیا ہے نص قرانی سے جو حکم ثابت ہوجاوے تو پھر دوسرے
طرف التفات نہیں کیا جاوے گا اسی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
اخبار احاد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں رکھتے مثلاً نص قرآنی
علی الاطلاق حکم دے رہی ہے اور خبر واحد اُسکو مقید کرتی ہے اس بارہ
میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اسکو مطلق مانینگے وجہ یہ کہ نص قرآنی متواتر ہے اور خبر واحد کے راوی
گو عادل وضابط ہی ہوں اس میں تواتر کا سا یقین نہیں پیدا ہو سکتا بناءً علیہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تواتر سے تو
اطلاق سمجھا گیا اور ایک خبر گو فی نفسہ صحیح ہی لیکن نعمت تواتر سے محروم ہو وہ اُسکو مقید کر رہی ہے اب اگر ہم خبر واحد پر

عمل کریں تو اسکا صاف یہ مطلب ہے کہ برہان قوی چھوڑ کر دلیل ضعیف کا سہارا لیا جسمیں غلطی کا احتمال قائم ہے اسکو کیطرح فطرت سلیمہ ایک لمحہ کیلئے بھی دائرہ جواز میں نہیں لاسکتی البتہ اگر حدیث بھی درجہ شہرت اور تواتر کو پہنچ چکی ہو تو اسکی زیادتی امام صاحب تسلیم فرماتے ہیں اس حکم خاص میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں مشہور واقعہ فاطمہ بنت قیس میں فاروق اعظم کا یہی فیصلہ تہا کہ لا ندع کتاب اللہ بقول امرأۃ صدقت ام کذبت ہم ایک عورت کے قول کے باعث کتاب اللہ کو نہیں چھوڑ سکتے کیا خبر وہ سچی ہے یا جھوٹی حالانکہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر رہی تھی کیا اس واقعہ سے حضرت فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام قائم ہوسکتا ہے کہ انہوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف توجہ نہ کی حاشا وکلا۔ بات یہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خود اس میں شبہ تہا کہ یہ حدیث رسول بھی ہے یا نہیں ورنہ حدیث رسول اللہ معلوم ہونیکے بعد اس سے سرمو تجاوز نہ کرتے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں کے مقلد ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو کر سکہایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو بالرأس والعین قبول کر کے فقہ کی بنیاد اس پر قائم کردی جس سے ظاہر ہیں یہ سمجھے کہ امام صاحب حدیث کا خلاف کر رہے ہیں اور یہ نہ سمجھے کہ خود بدولت قرآن کا خلاف کر رہے ہیں جس کا ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک اعراب متواتر ہے۔ صاحبو دیکہئے آپنے تواتر کی شان تواتر اجماع کی ایک قسم ہے کسی کلام پر اجماع ہوگیا تواتر نام پایا کسی فعل پر اتفاق ہوگیا اجماع کہلایا۔ عقل کر اگر قیود مذہب سے

آزادی بھی دیدی جائے تو وہ اجماع تواتر کی پابند نظر آویگی لندن و کلکتہ کے نہ دیکھنے والوں کو بھی ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ دیکھنے والوں کو غرض ایک جماعت کے اتفاق سے ایک ایسی اذعانی حالت قلب پر فائض ہوتی ہے کہ پھر اُس کا زائل ہونا قیاست ہوتا ہے خصوصًا امت مرحومہ کا اجماع جس کی نسبت اللہ عز اسمہ کا ارشاد ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ دیکھیے اللہ جلشانہ نے امت مرحومہ کی دو اعلیٰ صفتیں بیان فرمائیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر اب یہ نہیں ہوسکتا کہ معاذ اللہ فرمان الٰہی جھوٹا ہوا ورنہ کوئی سچا مسلمان اس حکم سے سرتابی کرکے یہ جرأت کرسکتا ہے کہ تمام امت مرحومہ کو بدعتی قرار دے اور اُسکی ان دو پاکیزہ صفتوں کیطرف سے ایسی آنکھ بند کرے کہ شاید قیامت ہی میں کھلے۔ اُن حضرات کو اس آیت پاک سے عبرت حاصل کرنا چاہیے جنھوں نے اجماع امت مرحومہ کو بالائے طاق رکھکر اور اُسکے اتفاق سے مرعوب نہو کے وہ بات سکھائی جس سے کسی عالم وجاہل کے کان اُس سے پیشتر آشنا نہ تھے ونیز اللہ عز اسمہ کا ارشاد ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ دیکھیے اس آیۃ پاک میں سبیل مومنین کے انحراف پر کسقدر سخت وعید وارد ہوئی ہے کہ انجام کار اُس کا دوزخ ہے فاضل بریلوی اور اُن کے متبعین حضرات کو اس آیۃ کریمہ کے مضمون پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے اور دفعۃً اجماع کی مخالفت پر کمربستہ نہونا چاہیے

یہ ارشاد ربانی بھی ملاحظہ ہو وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ دیکھئے اللہ جل شانہ امت مرحومہ کو کس عنایت بالغہ سے خطاب فرما رہا ہے کہ تم کو ہم نے امت وسط (عادل) بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے گواہ بنو۔ یہ کس غرض سے اسلئے کہ تمہاری شہادت قبول کی جاوے لیکن فاضل بریلوی امت مرحومہ کی شہادت نہیں قبول فرماتے وہ داخل مسجد جمعہ کی اذان ثانی کی قائل ہے اور بالاتفاق یک زبان ہو کر اسکی شہادت دیتی ہے مگر فاضل بریلوی کی جناب میں کچھ سماعت نہیں ہوتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی یہ کیسی صاف پیشین گوئی امت مرحومہ کے حق میں ہے لیکن اس زمانہ میں اس مبارک پیشین گوئی کے جھٹلانے کی فکریں ہو رہی ہیں اس میں صرف اسقدر احتیاط برتی گئی کہ اجماع کے لفظ کو تعامل سے بدل دیا مطلب یہ کہ تعامل کے خلاف فتویٰ دیا جا رہا ہے نہ کہ اجماع کے خلاف لیکن تبدیل نام و تغیر اسم ہی سے اگر کام چل جاتا تو شراب خماروں کو مژدہ ہو کہ وہ بھی شراب کا نام شربت انگور رکھکر خوب دما دم جام شراب اڑائیں تمام عرب وعجم شرق وغرب ہند وچین فارس روم میں اذان ثانی داخل مسجد ہوتی ہے اللہ اکبر ایسا بدیہی اور زبردست اجماع صرف فاضل بریلوی کے لفظ تعامل فرما دینے سے نیست ونابود ہو سکتا ہے ہرگز نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ؎ مَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ جس امر کو مومنین بالاتفاق

یا اکثر اچھا خیال کریں وہ اللہ عزاسمہ کے نزدیک بھی اچھی ہے لیکن اس میں
بعض علماء زمان کو کلام ہے وہ فرماتے ہیں بلکہ بدعت ہے اور بدعت بھی
بدعت سیئہ۔ نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔
اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ نہ معلوم ایسی صریح
حدیث کے ہوتے ہوئے کیوں اس زمانہ کے بعض علماء نے ایکدم
تمام اسلامی دنیا کے تعامل واجماع کو فنا کرنیکا تہیہ کیا پھر اگر انہیں بعض
کے مجرد قول وفتوے پر ایسے ایسے زبردست اجماع نیست ونابود ہو سکتے
ہیں تو پھر کسی اجماعی مسئلہ پر اطمینان باقی نہیں رہ سکتا عام مسلمانوں پر اس کا
نہایت برا اثر پڑے گا مبادا کہیں وہ خیال نہ کر بیٹھیں کہ نفس اذان و صلوۃ پر
جو اجماع ہے کہیں یہ بھی مصنوعی نہ ہو اور کسی زمانہ کی جدید تحقیق کی رو سے
یہ بھی کالعدم نہ ہو جاویں لیجئے ارادہ تو کیا تھا احیاء سنت کا اور ہو گیا یہ کہ
اب فرائض وواجبات کے بچنے کی بھی خیر نہیں ہے اس موقعہ پر کم از کم
اسی حدیث پر غور کر لیا جاتا جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
نے حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل کرنیکی خاطر خانہ کعبہ میں کسی قسم کا تصرف
نہ فرمایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری قوم جدید الاسلام
نہ ہوتی تو میں کعبہ کی صورت موجودہ کو منہدم کر کے حطیم کو کعبہ میں داخل کر لیتا
اس حدیث سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فساد عظیم کے دور کرنیکے خاطر چھوٹا
موٹا فتنہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ تبویب بخاری بھی اسکی رہبری کر رہی
ہے بنا بریں اعلیحضرت فاضل بریلوی اور ان کے ہم مشرب حضرات کا اگر اس جدید مسئلہ

کی تحقیق بھی ہو گئی تھی تو فساد عظیم کا لحاظ کرتے ہوئے اُن کو سکوت اختیار کرنا چاہئیے تھا۔ علاوہ ازیں جب بیٹھے بٹھائے ایک آدہ حدیث کو سرسری نظر سے دیکھکر اجماع مسلمین کو فنا کے گھاٹ اتارا جاسکتا ہے تو پھر اجماع کے متعلق جسقدر احادیث وارد ہوئی ہیں اُن کا محل کونسا ہو گا اور وہ کس دن ہمارے کام آویں گی ۔

(۲) **فاضل** بریلوی نے اس زبردست اجماع کو حضرت مجدد الف ثانی کی اس تحریر سے جو اُن کے مکتوبات میں ہے باطل کرنے کی کوشش کی ہے عالم در دریای بدعت غرق گشتہ است کرامجال کہ باحیاء سنت لب کشاید اکثر علماء این وقت بدعتہای پہن شدہ را تعامل دانستہ بجواز بلکہ باستحسان آنہا فتوی میدہند ومی دانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست تعاملی کہ معتبر است ہمانست کہ ازصدر اول آمدہ است یا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ وشک نیست کہ علم بہ تعامل کافۂ انام وعمل جمیع قری وبلدان از حیطۂ بشر خارج است انتہی ۔ یہ عبارت نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں (مخالفین کے بڑے شبہے دو تھے ایک عام رواج ۔ سبحان اللہ اجماع کا نام عام رواج رکھا ہے) دوسرے یہ کہ اتنے اتنے بڑے علما ومشائخ گذرے کیا سنت کے خلاف کرتے تھے وہ کیا مسئلہ نہ جانتے تھے کیا عبارات سابقہ وعبارت حضرت مجدد صاحب نے پہلے شبہ کا کافی رد نہ فرما دیا کیا خاص عبارت حضرت مجدد نے دوسرے شبہ کا بنفس جلیل ازالہ نہ کردیا کہ ایسی جگہ رواج دیکھ کر علماء کو تعامل کا

دہوکا ہوتا ہے اسلئے ساتھ دینے اور جائز بلکہ بہتر سمجھنے لگتے ہیں مطلب
یہ کہ اجماع اور چیز ہے اور تعامل و رواج شئے دیگر۔ جمعہ کی اذان داخل مسجد
پر رواج اور تعامل ہے نہ کہ اجماع۔ اجماع مسلم ہے لیکن تعامل و رواج
غیر مسلم بس ہوگیا استناد ختم فاضل بریلوی نے اس پر غور نہیں فرمایا
کہ مجدد صاحب کی اس عبارت ہی سے کہ تعاملی کہ معتبر است ہمان است
کہ از صدر اول آمدہ است یا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ فاضل بریلوی
کے استناد کو باطل کردیا اس وجہ سے کہ جمعہ کی اذان ثانی داخل مسجد صدر اول
سے برابر یونہی چلی آرہی ہے نہ کہ کسی خاص زمانہ میں خاص شہر کے لوگوں
نے اس کو ایجاد کیا ہے اگر ایسا ہوتا تو تاریخ اس کا پتہ دیدیتی اور فاضل
بریلوی اسکی شہادت پیش کردیتے لیکن وہ ایسا نہ کرسکے اور نہ آیندہ
وہ کوئی تاریخی ثبوت پیش کرسکتے ہیں چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ تاریخی شہادت
پیش کرتے لیکن وہ اُلٹا اور ہم سے شہادت کا مطالبہ کررہے ہیں
چلیئے ہم نے تسلیم کیا کہ یہ فعل صدر اول سے نہیں لیکن دوسری شق باجماع
جمیع مردم میں داخل ہے اور اگر اس میں فاضل بریلوی کو شک ہو تو
بسم اللہ وہ آویں اور ہمارے ساتھ دنیا کا سفر کریں خدا نے چاہا تو
اپنی ایجاد کردہ صورت کہیں اسلامی دنیا میں نہ پاویں گے خصوصًا
مساجد احناف میں فاضل بریلوی نے مجدد صاحب کی پچھلی عبارت سے
دہوکا کھایا کہ شک نیست کہ علم بہ تعامل کافۂ انام و عمل جمیع قری و بلدان
از حیطۂ بشر خارج است اور یہ نہ سمجھے کہ اس زمانہ میں یہ کوئی مشکل بات نہیں

ہے۔ ریل وتار وجہازات دخانی کے ظہور نے تمام مشکلات کا خاتمہ
کر دیا ہے لمحہ لمحہ میں دنیا بھر کے حالات معلوم ہو رہے ہیں دم دم روس
میں واقعات ہو رہے ہیں اور آسام وسیام وبرہما وچین والے اسی
دن اُن واقعات پر خبردار ہوکر اپنے اخبارات میں شائع کر رہے
ہیں اطلاع احوال کیلئے اس زمانہ میں سفر کی بھی چنداں ضرورت
نہیں ہے گھر بیٹھے دنیا بھر کے حالات پر مختلف ذرائع سے اطلاع ہوجاتی
ہے پھر لطف یہ کہ ہر ملک کے لوگ ہر ملک میں اس کثرت سے جاتے اور
آمد ورفت رکھتے ہیں کہ اُن سب کی خبریں تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہیں
اُن میں سے کسی صاحب نے یہ نہیں کہا کہ ہمارے ملک میں خارج مسجد
اذان ثانی ہوتی ہے بلکہ سب کا بالاتفاق یہی بیان ہے کہ جس طرح
سرزمین ہند کا عملدرآمد ہے ہمارے یہاں بھی یہی تعامل ہے۔ حکماء کو بڑا
الزام متکلمین نے یہ دیا ہے کہ وہ قِیَاسُ الْغَائِبِ عَلَی الشَّاہِدِ
کے عادی ہیں جسکی نظیر یہ ہے کہ حکماء نے جب دیکھا کہ تمام دنیا کا کارخانہ
مادہ سے چل رہا ہے رنگ برنگی صورتیں اُس پر فائض ہوکر فنا بھی
ہو جاتی ہیں لیکن ہر صورت میں مادہ کی جلوہ گری ہے کٹی میں بھی وہی
مادہ تھا کٹی سے کاغذ بنا کاغذ جلکر راکھ کا ڈھیر ہوگیا راکھ رل ملکر مٹی
بن گئی صورتوں کے تغیر کا سلسلہ برابر قائم ہے لیکن مادہ ویسا ہی
جوں کا توں موجود ہے بس اسکو دیکھکر حکماء نے قیاس جما دیا کہ مادہ
قدیم ہے اور حادث اُسکی صورتیں ہیں جہلائے طبقۂ ہنود نے تو مادہ کو

واجب الوجود ہی تسلیم کر لیا اس پر متکلمین نے حکماء کو یہ الزام دیا کہ تم گولر کے کیڑے ہو جو تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے دیکھا ازل کو بھی اُس پر قیاس کر لیا آج جو واقعات ہیں یقیناً کل وہ نہ تھے پھر یہ نری حماقت نہیں ہے کہ واقعات لایزالی کا وجود ازل میں تسلیم کیا جاتا ہے اس بحث کی اگر تفصیل مدنظر ہو تو مرجع انام حقائق آگاہ حضرت مولانا مولوی حاجی محمد انوار اللہ صاحب دامت برکاتہ کے مشہور رسالہ مقاصد الاسلام کے حصہ سوم میں دیکھو **الغرض** حکماء پر تو یہ الزام تھا کہ انہوں نے قِیَاسُ الغَائِبِ عَلَی الشَّاھِدِ کیا ہے لیکن فاضل بریلوی قِیَاسُ الشَّاھِدِ عَلَی الغَائِبِ کر رہے ہیں یعنی جیسے پہلے ریل تار نہ ہونے کی وجہ سے اطلاع احوال دشوار بلکہ قریب قریب محال تھی اسی طرح ان اشیاء کے ظاہر و حادث ہونیکے بعد بھی محال رہنا چاہئے اور اس پر دلیل یہ کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانہ میں اسکو محال بتایا ہے۔

(۳) **فاضل** بریلوی ہمیشہ فتاوائے حرمین شریفین کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہے مشہور فتوائے حسام الحرمین سے طائفہ دیوبندیہ کو کفر کے گھاٹ اتار دیا لیکن جب وہی مدنی فتویٰ فاضل بریلوی کے خلاف نمودار ہوا تو لگے تاویلیں کرنے چنانچہ اپنے رسالہ (مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ) کے

سرورق پر تحریر فرماتے ہیں حرمین شریفین کا فتویٰ عقائد و متعلقات عقائد میں لیا جاتا ہے اذان نماز روزہ وغیرہ محض فقہی مسئلوں میں صرف کتاب معتبر ہے ورنہ مذہب حنفی بالکل رد ہو جاوے گا خود امام اعظم رح و امام محمد رح

سے اُسکے روشن ثبوت تا آخر۔ دوسرے وار پر تو حسام الحرمین سے خوب وار کیا بلکہ وہی وار جب خود اُن پر پڑنے لگا تو اب وار بچانے کی فکر میں ہیں۔ سو ہم کو یہ وار خالی جاتا نظر نہیں آتا وجہ یہ کہ امام اعظمؒ وامام محمدؒ کی یہ شان تھی کہ اہل حجاز کے بالمقابل صاحب رائے تسلیم کئے جاویں چنانچہ اس پر بھی اجماع ہو گیا اور مذہب حنفی نے تمام دنیا پر اپنا سکہ بٹھا لیا اور وہ فروغ پایا کہ نصف نہار کے آفتاب کو نصیب نہیں۔ کلام اب اس میں ہے کہ علماء احناف حرمین کا اگر دیگر علماء احناف سے کسی مسئلہ میں نزاع ہو جاوے تو کسکو ترجیح دی جاوے گی۔ ظاہر ہے کہ ظن غالب اسی طرف ہوگا کہ علماء حرمین کا قول مرجح ہے خواہ باب عقائد میں ہو یا اعمال میں امام مالکؒ نے تو تعامل واجماع اہل مدینہ کو حجت شرعی کے درجہ تک پہنچا دیا ہے تلویح میں ہے۔

وَالبعض خصصوا الاجماع باھل المدینۃ لقولہ علیہ السلام اِنّ المدینۃ طیبۃ تنفی خبثھا وَاِنّ الخطاء خبث جبکہ خطا خبث ہوئی تو وہ ہر حالت میں خبث ہوگی خواہ عقائد میں ظہور کرے یا اعمال میں امام مالکؒ کے سوا دیگر حضرات ائمہ گو تعامل اہل مدینہ کو حجت شرعی تو نہیں قرار دیتے حتیٰ کہ حدیث صحیح کے مقابلہ میں تعامل کی طرف متوجہ نہیں ہوتے لیکن تعامل اہل مدینہ کو ایک خاص نگاہ وقعت سے ضرور دیکھتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ کوئی حدیث صحیح تعامل اہل مدینہ کے خلاف نہیں پائی گئی اب اگر اہل مصر کا تعامل اہل مدینہ کے تعامل کے خلاف ہے تو سب تعامل اہل مدینہ کو مقدم و مرجح مانینگے یہ صورت تعامل تھی اور جبکہ ایک مسئلہ پر اہل مدینہ و تمام دنیا کا اجماع ہو گیا

کہ معاملہ اذان ثانی میں ہے اس صورت میں فاضل بریلوی کو کو نسا حق حاصل ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ طیبہ کے علماء کے استناد سے روکیں خصوصاً جو کہ حنفی بھی ہیں۔ ایک عالم حنفی ہندی دوسرا عالم حنفی مدنی کا قول اپنی تائید میں پیش کر رہا ہے فاضل بریلوی اُسکے مقابلہ میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحنے امام مالک رح کا اتباع نہیں کیا لہذا یہ استناد باطل ہے اب کوئی بتاے کہ ان دونوں صورتوں میں کیا مناسبت ہے۔ فاضل بریلوی اس موقع پر اتنا ضرور رکھ سکتے ہیں کہ حدیث کے مقابلہ میں تعامل اہل مدینہ رد کر دیا جاویگا مگر حضرت یہ تو اجماع عالم ہے یہ کیسے رد ہو جاوے گا دوسرے یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اگر صحیح بھی ہے تو خبر واحد ہے جو ظنی ہے اور اس وجہ سے اجماع قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تیسری یہ کہ اس حدیث میں کئی احتمال ہیں بعض احتمالات پر ہم کو مفید اور فاضل بریلوی پر حجت ہے ان سب کی تفصیل ہم آیندہ نمبروں کیلئے اٹھا رکھتے ہیں ۔

(۴) حدیث سے استناد کرنا درحقیقت مجتہد کا کام ہے مقلد کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی حدیث سے تمسک کر کے کوئی حکم مستنبط کرے۔ امام ترمذی نے کتاب العلل میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں جسقدر احادیث ہیں وہ کسی نہ کسی امام کی معمول بہ ضرور ہیں سوائے دو حدیثوں کے کہ ان میں کی یہ حدیث ابن عباس ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَیْنَ الظُّہْرِ وَالْعَصْرِ بِالْمَدِیْنَۃِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ مِنْ غَیْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ وَلَا مَطَرٍ ۔ اب فرمائیے یہ حدیث تو صحیح ہے یا کم از کم حسن ہے لیکن معمول بہ نہیں ہے

اس سے مقلدین کو عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ بجرد حدیث صحیح یا حسن کے
دیکھتے ہی وہ جامہ سے باہر نہ ہوں کیوں کہ مقلد کی نظر نہایت محدود ہوتی ہے
اُس کو اپنی کم نظری کی وجہ سے یہ خیال نہ کر بیٹھنا چاہیے کہ اُس پر کیوں نہیں
عمل کیا جاتا یا اُسکے امام نے کیوں نہیں اسکو معمول بہ قرار دیا بناءً علیہ
مخالفت پر آمادہ ہو جاوے وجہ یہ کہ جب اس کا علم محدود ہے اور نظر قاصر
تو ممکن ہے کہ کوئی حدیث اسکی معارض ہو اور وہ صحت میں اس سے بڑھی
ہوئی ہو جس کا علم اُسکو نہیں ہے اور امام کی وسیع نظر میں ہے تقلید کا
درحقیقت یہی منشا ہے جنہوں نے قلادۂ تقلید گردن سے اُتار دیا ہے
وہ ہمیشہ غوطے کھاتے رہتے ہیں غیر اہم بات کو اہمیت کا جامہ پہنا دیتے
ہیں اور اہم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں حلال کی تحریم اور حرام کی تحلیل
اُن کا شیوہ ہے ہم کو یہاں اُن حضرات سے بحث نہیں اور نہ اُن کی بے
سروپا حرکات اور نت نئی اجتہادوں سے تعجب ہے اگر تعجب ہے تو جناب
فاضل بریلوی سے کہ انہوں نے باوصف سنی المذہب وصوفی المشرب
حنفی ہونیکے کیوں کر اُن کی روش اختیار کی ان کو چاہیے تھا کہ روایات
فقہیہ سے استناد کرتے سو کوئی فقہی روایت بجز اس جملہ کہ لَا یُؤَذَّنُ فِي الْمَسْجِدِ
کے ان کو دستیاب نہیں ہوئی جو اُن کے دعوے سے کوسوں دور ہے
یہ خیال نہ فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی اذان کا یہ حکم ہے جو ابھی روز روشن
کی طرح انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہونے والا ہے۔ ان کے اس فقہی استدلال
سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی فقہی روایت اس بارہ میں ان کو نہیں ملی اور تحقی

کیوں کہ جب کہ کتب فقہیہ میں اُس کا نام و نشان تک نہیں ہے ۔

(۵) فاضل بریلوی نے جدید تحقیق کی رو سے جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد ہونے کا فتوےٰ تو دے دیا لیکن حدیث اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ اُن کیلئے باعث اضطراب تھی اُس سے نجات حاصل کرنیکے لئے رسالہ وقایۃ السنۃ میں اُس عبارت کے لکھنے کی ضرورت ہوئی چنانچہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث دربارۂ عقائد ہے یا فروع محضہ فقہیہ میں بھی کون امام مجتہد ہے جسے بعض مسائل میں تفرد نہ ہوا امام اعظم رح نے مدت رضاعت ڈھائی برس مانی امام مالک رح سور الکلب کو طاہر و مباح فرمایا امام شافعی رح نے متروک التسمیہ عمداً کو حلال بتایا امام احمد رح نے لحم جزور کو ناقض وضو ٹھہرایا کیا جمہور ان مسائل میں خلاف پر نہیں کیا مَعَاذَ الله یہاں مَنْ شَذَّ شُذَّ کا محل ہے ۔ کیا مقلدین ائمہ پر فرض ہے کہ اپنے اپنے اماموں کے مسائل خلاف جمہور ترک کر دیں انتہی ۔ مطلب یہ کہ ائمہ اربعہ نے بعض مسائل میں تفرد کیا ہے تو اسی طرح ہم کو بھی حق حاصل ہے کہ کسی مسئلہ میں متفرد ہیں لیکن اُن کو اس شعر کے مضمون پر لحاظ رکھنا چاہیئے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ؎ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

جمہور کے خلاف اور اجماع کے خلاف میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ ائمہ اربعہ کی شان تھی کہ جس مسئلہ میں اُن کی شرکت نہ ہو گو وہ جمہور کا قول سہی اجماع منعقد نہیں ہو سکتا اُن کا تفرد اس امر کی دلیل ہے کہ کسی

سے اجماع ہی نہیں کیونکہ اُن کے تفرد کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے لاکھوں
متبعین اُس جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور ممکن ہے کہ اصل جماعت سے
متبعین کا عدد بڑھ جاوے جب یہ ہے تو کہاں حدیث اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم
کی مخالفت ہوئی اب کہ مجتہدین کا دور ختم ہو گیا ہے اس زمانہ میں کسی کی
مجال نہیں کہ کسی مسئلہ میں متفرد بنے۔ فرض کیجئے کہ فروع مختلفہ فقہیہ میں مخالفت
اجماع جائز ہے اور حدیث اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم سے مستثنیٰ ہے
لیکن یہ استثنا مجتہدین کیلئے ہے نہ کہ مقلدین کیواسطے۔ اور اگر سب کو فروع
مختلفہ فقہیہ میں تفرد کا حق حاصل ہے خواہ مجتہد ہو یا غیر مجتہد تو پھر غیر مقلدین
نے کیا قصور کیا ہے جن پر آئے دن یہ لے دے کی جاتی ہے کہ تم
حدیث اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم کا خلاف کر رہے ہو۔ اب تو وہ صاف
جواب دیدینگے کہ ہم تو بعض مسائل فقہیہ میں متفرد ہیں اور اُس کا ہم کو
حق حاصل ہے باقی مسائل اجتہادیہ میں ہم ائمہ کے ساتھ ہیں اور اُن
کی تقلید کرتے ہیں۔ یہاں فاضل بریلوی کو اس قدر ضرور عذر ہوگا
کہ وہ عقائد میں بھی تو خلاف ہیں۔ مگر اس کا جواب سہل ہے ہم ایسے
فرقہ کی نسبت اُن سے فتویٰ طلب کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت
کے ہم عقیدہ ہے لیکن اعمال میں وہ فرقہ کسی امام کا پابند نہیں ہے
اور یہ کہتا ہے کہ معاملات میں ہم امام ابو حنیفہ رح کے مقلد ہیں صرف
عبادات کے چند مسائل میں ہم کو تفرد ہو گیا ہے جس کا شرعی حق
ہم کو حاصل ہے۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ فاضل بریلوی اس فرقہ

کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں اگر اُن کو اہل حق مانتے ہیں تو حضرات مقلدین کو اپنی تقلید سے آیندہ معافی دیں۔ اور اگر وہ اہل حق سے نہیں گردانتے تو اب وہ کونسی دلیل فاضل بریلوی کے پاس رہگئی ہے جس سے اُنکو الزام دے سکیں۔ الغرض اس جدید تحقیق کی رو سے نئی فتنہ کا دروازہ کھل گیا۔ فاضل بریلوی کے اس عذر بارد سے اس کا بھی پتہ چلا کہ وہ اپنے کو مخالف جمہور سمجھے ہوئے ہیں اور جانتے ہیں کہ جمہور میرے خلاف ہیں اب اگر کہیں وہ یہ دعوے کریں کہ میں نے جمہور کے خلاف نہیں کیا ہے تو وہ نامسموع ہوگا یہ مقام ناظرین خصوصیت سے یاد رکھیں۔

(۶) جس قدر زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری ہوتی جاتی ہے برابر اس علم میں کمی آرہی ہے جو مشکوٰۃ نبوت سے حاصل ہوا ہے اسکے متعلق مرجع انام حقائق آگاہ حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب دامت برکاتہ نے حقیقۃ الفقہ میں نہایت مبسوط بحث لکھی ہے جس میں یہ بتایا ہے کہ حضرت امام احمد ابن حنبلؒ فرماتے تھے کہ مجھکو ساڑھے ساتھ لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں امام احمد آٹھویں طبقہ میں ہیں اور امام بخاری نویں طبقہ میں صرف ایک طبقہ کے فرق سے اسقدر باہمی دونوں بزرگواروں کے علم میں تفاوت ہوا کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھکو ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ صرف ایک طبقہ کے فرق سے ساڑھے چھ لاکھ صحیح حدیثیں دنیا سے

اٹھ گئیں۔ اب یہاں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا اندازہ کیجئے کیوں کہ وہ پانچویں طبقہ میں تھے کس قدر کثرت سے احادیث صحیحہ اُن کو یاد ہونا چاہئے پھر لطف یہ کہ کثرت سے اساتذہ کی سوانح عمریاں یاد کرنے اور سلسلۂ اسناد ضبط کرنے میں جو وقت امام بخاری و دیگر محدثین کا صرف ہوتا تھا اُس سے امام صاحب کو فراغت حاصل تھی کیوں کہ امام صاحب کے استاذ یا صحابی تھے یا تابعی۔ اپنے استاذ کا ہر شخص کو پورا علم ہوتا ہے۔ اب رہے اُستاذ الاستاذ تو وہ صحابی ہیں جن کے احوال کے تفتیش کی چنداں ضرورت نہیں کہ۔ اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ جو وقت دیگر محدثین کا احوال کے ضبط میں صرف ہوتا تھا قدرتی طور سے امام صاحب کو اُس سے فراغت تھی اُسکے مقابلہ میں جو وقت امام صاحب کو میسر تھا وہ یہی ضبط احادیث میں صرف ہوتا تھا اب اندازہ کیجئے کہ امام صاحب کا علم امام بخاری سے مثلاً کس قدر بڑھا ہوا ہونا چاہئے اسوقت ہمارے پیش نظر صحیح بخاری ہے اُس میں سات ہزار کئی سو حدیثیں ہیں پوری لاکھ صحیح حدیثیں جو امام بخاری کو یاد تھیں اُس میں تو نہیں ہیں۔ پھر وہ کیا ہوئیں یہی جواب ہوگا کہ تلف ہوگئیں امام احمد ابن حنبل کی چھ لاکھ صحیح حدیثوں کا مرثیہ جدا رہا۔ پھر امام صاحب کی محفوظ کئی لاکھ احادیث ہونا چاہئے جن سے انہوں نے احکام غیر اشنباط کئے۔ یہ سب احادیث اسوقت اگر موجود ہوتیں تو یقین ہے کہ ایک ایک مسئلہ فقہی کی کئی احادیث سے ثابت کیا جاتا اور تمام مسائل کے دلائل سب کو واضح ہو جاتے لیکن احادیث تلف ہوگئیں اب سوائے اسکے چارہ نہیں ہے کہ جو ائمہ نے احکام مستنبط کردئے ہیں اُن کو

دل وجان سے قبول کرکے ادہر اُدہر نظر نہ دوڑائی جاوے اور اگر کوئی حدیث ظاہر میں کسی مسئلہ فقہی کے خلاف مل جاوے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس فقہی مسئلہ پر ضرور کوئی نہ کوئی دلیل ہے جس سے ہم کو بیخبری ہے اور ہمارے امام کو واقفیت تھی یہ ہیں معنی سچی تقلید کے اور اگر کوئی مقلد استنباط کے درپے ہو جاوے تو پہر فرمائے اس میں اور غیر مقلد میں کیا فرق رہا اس امر کا فاضل بریلوی اور اُن کے اتباع کو بھی لحاظ رکھنا چاہیئے کہ وہ سلسلۂ استنباط کو ایک لخت بند کردیں اور اپنی قدیم روش کو ہاتھ سے نہ دیں ورنہ آج تو یہ مسئلہ استنباط ہوا ہے کل دوسرے کی نوبت آوے گی پہر زور پکڑنے کے بعد یہ دریا کی طغیانی کسیکے بس کی نہ رہیگی ؎

مرا د ما نصیحت بود گفتیم حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(۷) فاضل بریلوی نے **اجماع** کو ناپید کرنے کی ایک اور تدبیر بتائی ہے چنانچہ اپنے رسالہ فیصلہ حق نما میں تحریر فرماتے ہیں نیز رد المحتار اور رفتا وے غیاثیہ اواخر کتاب الاجارہ میں سید امام شہید رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے اِنَّمَا یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ مَا یَکُوْنُ عَلَی الْاِسْتِمْرَارِ مِنَ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ فَاِذَا لَمْ یَکُنْ کَذٰلِکَ لَا یَکُوْنُ فِعْلُھُمْ حُجَّةً اِلَّا اِذَا کَانَ مِنَ النَّاسِ کَافَّةً فِی الْبُلْدَانِ کُلِّھَا اَلَا تَرٰی اَنَّھُمْ لَوْ تَعَامَلُوْا عَلٰی بَیْعِ الْخَمْرِ اَوْ عَلَی الرِّبٰوا لَا یُفْتٰی بِالْحِلِّ اس عبارت سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تعامل کوئی چیز نہیں تاوقتیکہ صدر اول سے نہ ہو دیکھو اگر بیع خمر اور ربا پر تعامل کر بیٹھیں تو اسکے جواز کا فتوی نہیں دیا جاسکتا لیکن ہم فاضل بریلوی کی جناب میں

یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس مسئلہ متنازع فیہا میں تعامل صدر اول سے
ہے اگر کسی زمانۂ وسطیٰ میں حادث ہوتا تو اُسکے آغاز کی تاریخ کا کسی کتاب سے
پتہ چلتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ و تاریخ کی کتابیں اس سے ساکت ہیں اور اسی
وجہ سے فاضل بریلوی باوصف وسعتِ نظر اُس پر مطلع نہ ہو سکے۔ مسئلہ متنازع فیہا
میں ہم توارث کے مدعی ہیں اور تعامل موجود اُس پر حجت ہے جو ہم ترتب
دلیل استصحاب کے ہے جسکو فقہاء نے عموماً معتبر مانا ہے فاضل بریلوی فرماتے
ہیں کہ حادث ہے تو اب اُسکے ثبوت کا بار اُن پر ہے نہ کہ ہم پر لیکن وہ
برابر ہم سے ثبوت طلب کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر صدر اول سے
اس کا وجود ہے تو کوئی کتابی سند پیش کرو۔ وہ اطمینان رکھیں ہم کتابی
ثبوت بھی آئندہ نمبر میں پیش کر دینگے لیکن نہ پیش کرنیکی صورت میں
بھی ہم پر کوئی الزام نہیں ہے البتہ مورد الزام فاضل بریلوی ہیں کہ جو اُس کے
حدوث کا دعویٰ کر کے بھی تاریخ حدوث نہ پیش کر سکے علاوہ ازیں اس
پر تو تمام اہل سنت والجماعۃ خصوصًا احناف کا اجماع ہے اور یہ صورت
الا اذا کان من الناس کافۃ فی البلدان کلھا میں داخل ہے کیوں کہ
کوئی شہر ایسا نہ ملے گا جہاں جمعہ کی اذان خارج مسجد ہوتی ہو لیجئے ان ہر دو
کتاب سے بھی ہمارا دعویٰ پایۂ ثبوت کو پہنچگیا فللّٰہ الحمد۔ نظر غور سے دیکھو
تو اس مقام میں حق پر پردہ ڈالنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے کیوں کہ علامہ
شامی و سید امام شہید نے نص قطعی کے خلاف میں تعامل کو ساقط عن الاعتبار
قرار دیا ہے یہ بات بالکل صحیح ہے نص قطعی کے بالمقابل تعامل کوئی

چیز نہیں یہ صورت مسئلہ متنازع فیہا میں نہیں ہے ایسا کون ہے جو ربا اور بیع خمر
کی طرح اذان عند المنبر کو قرار دے فاضل بریلوی بھی با ایں ہمہ تخالف
کراہت سے قدم آگے نہ بڑھا سکے پھر نہ معلوم کیوں ایک کو دوسرے پر قیاس
کرنے کی جرأت کیگئی یہ واضح رہے کہ نص قطعی کے خلاف جیسا کہ تعامل
ساقط عن الاعتبار ہے اسی طرح نص قطعی کے خلاف میں اجماع بھی غیر معتبر
ہے لیکن مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی سے معلوم ہو چکا ہے
کہ کبھی نص قطعی کے خلاف امت مرحومہ اجماع نہ کرے گی جیسا کہ۔
لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ سے ظاہر ہے اب اگر ہر دو علامہ کی مراد
تعامل سے رواج ہے تب تو جواب بہت سہل ہے کیوں کہ رواج اور
معمولی تعامل یقیناً نص کے خلاف کوئی درجہ اعتبار کا نہیں رکھتے
اور اگر اجماع مقصود ہے تو بھی صحیح ہے لیکن اس صورت میں یہ قضیہ
شرطیہ ہوگا جس کا مقدم حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال ہے
جیسا کہ اِنْ کَانَ زَیْدٌ حِمَارًا کَانَ نَاھِقًا میں ہے جس کی صدہا نظیریں
محاورات میں ملیں گی۔ بہر حال اجماع اب بھی قطعی رہا اور مسئلہ متنازع فیہا
میں یقیناً اجماع ہے نہ کہ معمولی تعامل اور جہاں اجماع ہوگا وہ موافق نص
قطعی قطعی ہوگا۔ یہیے مضمون حدیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور ہر دو علامہ کے قول بجائے خود صحیح رہے اور فاضل بریلوی اپنی
مدعا میں ناکامیاب فَجَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا
(۸) جس روایت سے فاضل بریلوی سند لائے ہیں وہ اگر درجہ صحت کو

بھی پہنچی ہوئی ہوتی تو بھی اجماع و توارث کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی نہ کہ حدیث حسن جسکے وہ خود قائل ہیں انہوں نے اپنی رسالہ وقایۃ السنتہ میں جابجا اس کی تصریح کی ہے چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں اس کا حاصل کمال اتقان میں نوع قصور ہے اور اس قسم کے رواۃ جمیع دواوین اسلام و صحاح و صحیحین میں ہیں اسی بناء پر ایسوں کی حدیث صحیح سے حسن کے مرتبہ میں آئی انتہی۔ اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں الحمد للہ آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ محمد ابن اسحٰق ثقہ ہیں اور دروازۂ مسجد پر اذان جمعہ کی حدیث صحیح انتہی۔ یہاں اس حدیث کو صحیح کہدیا مانا کہ صحیح ہی سہی لیکن نہ تو اجماع کا مقابلہ کرسکتی ہے اور نہ فاضل بریلوی کو اس سے کسی حکم کے استنباط کا حق حاصل ہے امر اول اظہر من الشمس ہے امر ثانی کے متعلق مرجع انام حقائق آگاہ حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب دامت برکاتہم نے اپنی مشہور کتاب حقیقۃ الفقہ میں تحریر فرمایا ہے کہ کسی حدیث سے استنباط حکم کا منصب اسکو حاصل ہوسکتا ہے کہ اس استنباط سے اُس پر کیفیت اطمینانی فائض ہوجاوے اور اطمینان کے لئے تمام آیات اور تمام احادیث اور تمام اقوال صحابہ جن کا تعلق اس مسئلہ سے ہے اُن سب کے پیش نظر ہونے کی ضرورت ہے جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے انصاف میں لکھا ہے وثانیھما ان یجمع لہ من الاحادیث والاثار فی کل حکم من الاحکام ما یتمکن بہ من استنباط الفقہ ویجمع مختلفھا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے معلوم ہوچکا ہے کہ صحیح صحیح احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ

تلف ہو گیا ہے جس کی کسی قدر تشریح اوپر گذر چکی ہے یہ چند موجودہ حدیثیں اُن لاکھوں تلف شدہ کے قائم مقام کیوں کر ہو سکتی ہیں پھر احادیث میں قابل اعتماد وہ حدیثیں ہوتی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری قول یا فعل ہوں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے قال الزہری انما یوخذ من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآخر فالآخر جب لاکھوں حدیثیں تلف ہو گئیں تو اُن احادیث و آثار کا جو آخری قول یا فعل ہونے کی وجہ سے ناسخ ہیں تلف ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے ہاں اگر اصحاب صحاح ستہ یہ تصریح کر دیتے کہ کل صحیح حدیثیں ہمیں پہنچ گئی ہیں مگر کسی مصلحت سے ہم نے بیکار حدیثوں کو ترک کر دیا اور کام کام کی حدیثیں صحاح میں لکھ دیں تو اُن کے اعتماد پر یہ کہنا ممکن تھا کہ تلف شدہ حدیثوں کو دین کے معاملہ میں کوئی دخل نہ تھا لیکن آج تک کسی محدث نے یہ دعویٰ نہیں کیا پھر ہم کیوں کر اطمینان کر لیں کہ جو احادیث تلف ہوئی ہیں اُن میں کوئی پچھلی و ناسخ حدیث نہیں ہے اور نہ یہ اطمینان ہے کہ محدثین نے جن احادیث کا اخراج کیا ہے اُن میں کوئی منسوخ نہیں۔ دیکھئے صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے قال ابو الدرداء کیف کان عبد اللہ یقرء واللیل اذا یغشی قال والذکر والانثی فقال ابو الدرداء ما زال ھؤلاء حتی کادوا یشککونی وقد سمعتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے اگر بخاری شریف میں کل روایتیں واجب العمل ہوتیں تو سورہ واللیل میں کوئی نہیں تو اہل حدیث تو ضرور والذکر والانثی پڑھتے حالانکہ وہ بھی یقیناً

نہیں پڑھتے ہیں اب بتائیے ایسی حدیثیں ہوتے ہوئے اس آخری دور کے
عالموں کو کس طرح نفس حدیث سے اطمینانی کیفیت پیدا ہوسکتی ہے البتہ
اطمینان قلبی ایک طور سے پیدا ہوسکتا ہے وہ یہ کہ احادیث کا انحصار انہیں
موجودہ احادیث میں سمجھ لیا جاوے اور باقی لاکھوں صحیح حدیثیں کان لم یکن
فرض کرلی جاویں اور یہ خیال باندھ لیا جاوے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے وہ ارشاد ہی نفرمائیں مگر یہ تصور خلاف واقع ہے اور جو اجتہاد اس
خلاف واقع تصور پر متفرع ہوگا وہ بھی خلاف واقع اور باطل ہوگا۔ بہرحال
اس پچھلے دور میں کسی کو یہ زیبا نہیں ہے کہ مجرد حدیث سے کوئی حکم استنباط
کرسکے اسوجہ سے ہم کو سخت تعجب ہے اور تعجب کے ساتھ افسوس بھی کہ
فاضل بریلوی جیسے سنی حنفی شخص نے وہ روش کیوں اختیار کی جس
سے ہمیشہ دوسروں کو منع کرتے رہے اب جو فاضل بریلوی نے
وقایۃ اہل السنتہ میں تمام زور اس حدیث کی تصحیح میں صرف کیا ہے
اور کامل (۲۶) صفحہ اسی رنگ میں رنگ کر راوی حدیث محمد ابن اسحٰق
کی توثیق کی ہے اس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ بہرکیف حدیث خواہ صحیح
ہو یا ضعیف اس سے استدلال نہ تو ان کا منصب ہے اور نہ آئندہ ان کو
سنی حنفی ہونے کی وجہ سے اس پر مصر ہونا چاہیئے ورنہ سب سے بڑھ کر
ان کو الزام دینے والی خود ان کی کتابیں اور ان کی تصانیف ہوں گی
(۹) جس حدیث سے فاضل بریلوی نے استنباط کیا ہے اسکو ہم یہاں
مع سند کے نقل کرتے ہیں یہ حدیث سنن ابوداؤد میں اس طرح ہے

حدثنا النفیلی ثنا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحق عن الزهری عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر

اس حدیث میں علی باب المسجد وارد ہوا ہے۔ اسی لفظ نے فاضل بریلوی کو استنباط پر آمادہ کیا لیکن انہیں سائب ابن یزید سے بطریق دیگر بجائے لفظ علی باب المسجد کے علی المسجد وارد ہوا ہے جیسا کہ عینی شرح صحیح بخاری میں ہے عن السائب بن یزید کان اذا جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر اذن علی المسجد سجد پر اذان بالائے بام ہویا اسکے اندر دونوں کا حکم ایک ہے لیجئے اس سے اذان داخل مسجد ثابت ہوئی صرف محمد ابن اسحق اس زیادتی میں متفرد ہیں ان کے سوا کسی نے یہ زیادتی نہیں نقل کی صحیحین میں بھی انہیں سائب ابن یزید سے روایت ہے اور اسی پر صرف اکتفا ہے کہ بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر اب اگر محمد ابن اسحق ثقہ حجہ ہیں تب تو ان کی زیادتی مقبول ہوگی ورنہ رد کردی جائیگی اور اس حدیث سے استدلال باطل ہو جاوے گا ناظرین کی سہولیت کیلئے ہم ایک نقشہ قائم کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ ائمہ اعلام سے کس قدر ان کے متعلق جرحیں منقول ہیں۔ وہ نقشہ یہ ہے۔

عا محمد ابن اسحق قوی فی الحدیث نہیں ہیں عا محمد ابن اسحق نادر روایتیں
بیان کرتے ہیں اور وہ باب حلال وحرام میں حجت نہیں ہیں ۱۲ عا گو سچے
ہیں لیکن مدلس (ایک راوی یا اس سے زیادہ کو سند سے ساقط کرنے
والے) ہیں شیعی اور قدری ہونیکی نسبت ان کے ساتھ کیگئی ہے
عا ابو زرعہ کہتے ہیں کہ منکر الحدیث ہیں عا دارقطنی کا قول ہے کہ
محمد ابن اسحق قابل احتجاج نہیں ہیں۔ عا ابوداؤد کہتے ہیں کہ قدری
معتزلی ہیں عا سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ کذاب ہیں ۱۲ عا وہیب لکھتے
ہیں کہ میں ہشام ابن عروہ کو یہ کہتے سنا کہ وہ کذاب ہیں ۱۲ عا امام مالک رح
سے وہیب نے ابن اسحق کی نسبت سوال کیا امام مالک رح نے ان کو متہم کیا ۱۲
عا یحیی ابن آدم ابن ادریس سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام مالک رح کی
حضوری میں تھا کہ کسی نے امام مالک سے کہا کہ ابن اسحق یہ کہتے ہیں کہ مالک رح
کا علم میرے سامنے پیش کردیں علم مالک رح کا بیطار (دیر کہنے والا) ہوں
اس پر امام مالک رح نے فرمایا کہ بھریہ دجالوں میں کا ایک دجال ہے۔ اب خیال
فرمائیے کہ امام مالک رح جیسا جارح اور جرح ایسی سخت نہ معلوم کیونکر اس کے
بعد ان کی توثیق پر جرأت ہوئی ۱۲ عا سفیان ابن عیینہ لکھتے ہیں کہ ابن اسحق
کو میں نے مسجد خیف میں دیکھا مجھے اس سے شرم آئی کہ کہیں کوئی مجھ کو
ان کے ساتھ نہ دیکھ لے کہ لوگوں نے ان کو متہم بالقدر کیا ہے ۱۲
عا ابو داؤد حماد ابن سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن
اسحق سے مجبوری روایت کی ۱۲ عا امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ وہ

حد سے زیادہ مدلس ہیں (یعنی راوی کو بیچ سے چھوڑ دیتے ہیں) اس پر امام احمد سے کسی نے کہا کہ جب وہ روایت میں اخبرنی و حدثنی تصریح کر کے کہیں پھر تو اُن کی روایت مقبول ہونا چاہئے امام احمد نے اُس کو بھی تسلیم نہیں کیا اور فرمایا کہ وہ اخبرنی کہکر بھی خلاف کرجاتے ہیں (جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ کاذب ہیں) ۱۲ ؎ ابن عدی کہتے ہیں کہ ابن اسحٰق مرغ باز تھے (یہ جرح خصوصیت سے ملاحظہ ہو) ۱۲ ؎ مکی ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ ابن اسحٰق سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے (خلاف شرع فعل ہے) انہوں نے اللہ عز اسمہ کے صفات کے متعلق ایسی باتیں بیان کیں جن سے مجھکو وحشت و پراگندگی ہوئی اور پھر میں اُن کے پاس نہ گیا ۱۲ ؎ حمید ابن حبیب سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن اسحٰق کے بدن پر کوڑوں کے ضرب کے نشان پائے جو معاملۂ قدریہ میں ابراہیم ابن ہشام نے اُن پر لگوائے تھے (یہ گویا اُن کے قدریہ ہونیکی رجسٹری تھی) ؎ یحیٰی ابن سعید القطان کہتے ہیں کہ محمد ابن اسحٰق کی حدیث کو میں نے محض لوجہ اللہ ترک کیا ہے میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ ؎ علی ابن المدینی (امام الجرح والتعدیل) کہتے ہیں کہ محمد ابن اسحٰق ایسے لوگوں سے باطل روایتیں کرتے ہیں جو مجہول ہیں ۱۲

انصاف پسند حضرات کے لئے تو اسی قدر بس ہے لیکن جن کی طبائع قدرتی طور سے جدلی واقع ہوئی ہیں اُن کو اس پر قانع ہونا مشکل ہے وہ ضرور اس صراط مستقیم میں خار سخت بچھانیکی کوشش کریں گے اور یہ

حجت پیش کریں گے کہ جہاں محمد ابن اسحٰق پر جرح کی گئی ہے وہاں اُن کی تعدیل و توثیق بھی کی گئی ہے۔ محدث ابن معین اُن کو ثقہ کہتے ہیں امام مالک رح کی جرح کی میزان الاعتدال وغیرہ میں کافی تردید ہوچکی ہے اور اسی کے ساتھ ہشام ابن عروہ کی جرح کالعدم ہوگئی اور بعض جرحین مبہم ہیں جیسے لیس بالقوی وغیرہ اور بعض جارحین امام الجرح والتعدیل نہیں ہیں جیسے سلیمان تیمی لیکن فیصلہ کے بعد یہ سب حجتیں بیکار ہیں صاحب میزان الاعتدال کا فیصلہ سنئے فالذی یظھرلی ان ابن اسحٰق حسن الحدیث صالح الحال صدوق وما انفرد بہ نفیہ نکارۃ فان فی حفظہ شیئاً یعنی تمام اقوال کی تحقیق و تنقید کے بعد یہ بات مجھکو معلوم ہوئی کہ ابن اسحٰق حسن الحدیث اور نیک بخت و سچے آدمی ہیں لیکن جس روایت میں وہ منفرد اور تنہا ہوں اُس میں نکارت ہوتی ہے (یعنی منکر ہوتی) کیوں کہ ان کے حافظہ میں نقصان ہے۔ صاحبو ہم کو بھی صرف اسی سے کام ہے ہم نہیں چاہتے کہ خواہ مخواہ امام مالک رح کے مشہور قول کے مطابق اُن کو دجال مانیں ہماری غرض تو صرف اسی فیصلہ سے پوری ہوگئی کیوں کہ مسئلہ متنازع فیہا میں جس روایت سے سند لائی گئی ہے اُس میں محمد ابن اسحٰق منفرد ہیں۔ جب منفرد ہوئے تو حسب فیصلہ صاحب المیزان روایت ضعیف ہوگئی اور ضعیف روایت قابل احتجاج نہیں ہوتی۔ لیجئے ہمارا مقصود حاصل ہوگیا فللہ الحمد علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں محمد ابن اسحٰق کی نسبت ائمہ کی جرح و تعدیل نقل کرکے

یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ والذی تقرر علیہ العمل ان ابن اسحٰق الیہ یرجع فی المغازی والایام النبویۃ مع انہ یشذ باشیاء وانہ لیس بحجۃ فی الحلال والحرام انتہی- یعنی اس پر عمل آٹھیرا ہے کہ محمد ابن اسحٰق کیطرف مغازی وعہد نبوی کی تاریخ میں رجوع کی جاوے باایں ہمہ وہ نادر روایتیں بھی ذکر کرتے ہیں (مطلب یہ کہ وہ روایتیں جو محدثین میں رائج نہیں ہیں) اور یہ کہ وہ باب حلال وحرام میں حجت نہیں ہیں- دیکھیے علامہ ذہبی سنے تذکرۃ الحفاظ میں تمام اقوال متعلق جرح وتعدیل نقل کرکے اخیر میں یہ مختصر مگر جامع فیصلہ دیدیا کہ حلال وحرام کے باب میں یہ حجت نہیں ہیں- ہمارا بھی صرف یہی مقصود تہا وہ بحمد اللہ حاصل ہوگیا- فاضل بریلوی نے غالباً ان فیصلوں پر نظر نہیں ڈالی انہوں نے جو اُن کی نسبت تعدیل کے الفاظ دیکھے بس کیا تہا تمام اقوال نقل کرگئے اور نہ نقل کرنے والے پر خیانت کا الزام قائم کرکے اخیر میں یہ عبارت لکھدی کہ الحمد للہ آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ محمد ابن اسحٰق ثقہ ہیں اور دروازہ مسجد پر اذان جمعہ کی حدیث صحیح اگر ان ہر دو فیصلوں پر نظر ڈال لیتے تو نہ کامل (۳۶) صفحوں کے تحریر کی نوبت پہنچتی اور نہ یہ عبارت اُن کے قلم سے نکلتی اور نہ یہ مسئلہ ایجاد ہوتا ورنہ ایسے راوی بہت کم ہیں جنکی بالاتفاق سب نے جرح کی ہو یا بالاجماع سب نے تعدیل کی ہو کتب اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص جسکی نسبت دجال ہونیکا حکم کیا گیا ہے اُسی کو دوسرے صاحب امیر المؤمنین فی الحدیث فرما رہے ہیں

اور پھر لطف یہ کہ ایک ہی شخص سے جرح بھی منقول ہے اور اُسی سے تعدیل بھی ایسے مقامات میں عجب تحیر لاحق ہوتا ہے کہ اب ہم اُن کی نسبت کیا عقیدہ رکھیں۔ مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس کا فیصلہ ہماری مقدرت سے باہر ہے کیونکہ ہر ایک راوی کے متعلق اس قدر کثرت سے مختلف اقوال وارد ہوئے ہیں کہ ہر راوی کا حال بجائے خود ایک مستقل فن بن گیا ہے اب سوال یہ ہے کہ تمام راویوں کے متعلق تمام اقوال کا حافظ اس طرح پر کہ ان کے جملہ حالات پر بھی مطلع ہو اور جارحین و معدلین کے حالات سے بھی واقف ہو اور جس کو ان کی جرح و تعدیل کے منشا سے بھی پوا قفیت ہو ایسا شخص اس زمانہ میں کوئی ہے۔ یقیناً اس کا جواب نفی میں دیا جاویگا جب یہ ہے تو اس زمانہ کے کسی عالم کو فیصلہ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے یہ حق انہیں کا ہے جو اس میدان کے مرد ہیں اور انہوں نے جو فیصلہ دیا وہ ادپر گذر چکا۔ اب ہم کو بھی چاہیے کہ اُن کے فیصلہ کے موافق

بطرز فاضل بریلوی کہیں کہ الحمدللہ آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ محمد ابن

اسحٰق باب حلال و حرام میں حجت نہیں ہیں اور اسوجہ سے دروازہ مسجد پر اذان جمعہ کی حدیث ضعیف اور اُن کا استدلال اُس سے باطل وسخط

(۱۰) جس حدیث سے سند لائی گئی ہے اُس سے صرف عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر زمانہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما تک کا حال معلوم ہوا کہ باب مسجد پر اذان ہوتی تھی۔ اسکے بعد کا حال ہنوز پردۂ خفا

ہیں سے ہے۔ ممکن ہے کہ جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگوں
کی کثرت کی وجہ سے ایک اذان کے اضافہ ہونیسے تغیر ہو وہاں یہ تغیر بھی
کچھ بعید نہیں کہ جو اذان سابق عہد سابق میں باب مسجد پر ہوتی تھی وہ اب
قریب منبر ہوا اور اس پر شاہد مولانا مولوی عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ کی
یہ عبارت ہے جو عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ سے نقل کی جاتی ہے

ثم نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود الامام علی المنبر علی عہد النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وصدر من خلافۃ عثمان بین یدیہ

یعنی جو اذان زمانۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق اکبر و فاروق اعظم میں منار
پر ہوتی تھی جس سے مقصود اعلام غائبین تھا اب اس اذان کی زیادتی
سے وہ تو بین یدی الامام آگئی اور اس زائد اذان نے منار پر جگہ پائی
اس سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ منار پر اذان اس غرض سے تھی کہ اعلام الغائبین
ہو۔ جب اذان زائد سے وہ غرض پوری ہو گئی تو یہ اذان جو بین یدی الامام
ہوتی ہے اس سے غرض صرف اعلام للحاضرین قرار پائی اور اس سے
ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس اذان کیلئے اب خارج مسجد ہونے کی ضرورت
نہیں کیوں کہ فاضل بریلوی اور دیگر ان کے ہم خیال حضرات نے
اس پر بہت زور دیا تھا کہ اذان سے غرض اعلام للغائبین ہے جب
اذان داخل مسجد ہو گئی تو وہ غرض فوت ہو جاوے گی ہم کہتے ہیں کہ
جب پہلی اذان سے یہ بات حاصل ہو گئی تو اب دوسری اذان سے
صرف یہ غرض رہی کہ حاضرین کو خطبہ سننے کیلئے متنبہ کیا جاوے دیکھو حافظ

ابن حجر فتح الباری میں کیا لکھتے ہیں قال المهلب الحكمة فی جعل الاذان فی هذا المحل ليعرف الناس بجلوس الامام على المنبر فينصتون له اذا خطب كذا قال. وفيه نظر فان فی سياق ابن اسحٰق عند الطبرانی وغيره عن الزهری فی هذا الحديث ان بلالا كان يؤذن على باب المسجد فالظاهر انه كان لمطلق الاعلام لا لخصوص الانصات نعم لما زيد الاذان الاول كان للاعلام وكان الذی بين يدی الخطيب للانصات مطلب یہ کہ مہلب لکھتے ہیں کہ اذان ثانی کے داخل مسجد ہونے میں یہ حکمت ہے کہ لوگ یہ جان لیں کہ امام کی نشست منبر پر ہو گئی ہے تاکہ اب سکوت اختیار کریں۔ دیکھیے اس سے دو نتیجے برآمد ہوئے اول یہ کہ اس اذان کا داخل مسجد ہونا قدیم سے متوارث چلا آیا ہے کہ حافظ ابن حجر کو مہلب سے اسکی حکمت بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی دوسرا یہ کہ اذان انصات کی غرض سے ہے نہ کہ اعلام للغائبین اس سے مقصود ہے۔ جب یہ ہے تو اس کا داخل مسجد ہونا ضروری ہے اسکے بعد حافظ ابن حجر نظر کرتے ہیں کہ بروایت ابن اسحٰق یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ بلال رض باب مسجد پر اذان دیتے تھے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اذان مطلق اعلام کے لئے تھی نہ خاص کر انصات کیلئے (یہی روایت سرمایۂ ناز جناب فاضل بریلوی و دیگر حضرات ہے) اس کا جواب حافظ ابن حجر صدہا سال پیشتر اس طرح دیتے ہیں کہ جب اذان اول زائد ہوئی (خلافت حضرت عثمان غنی رض میں) تو وہ اعلام کیلئے ہو گئی اور جو بین یدی الخطیب ہوتی تھی وہ انصات

کے سلئے قرار پائی۔ لیجئے تمام نزاع کا فیصلہ ہوگیا اور کئی عقدے حل ہوگئے
اول یہ کہ حضرت مولانا مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے جو
عمدۃ الرعایہ میں اس اذان کے متعلق تحریر فرمایا تھا کہ اذان مستقبل الامام
فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی جس سے فاضل بریلوی
نے اپنے مفید مدعا مطلب اخذ کیا تھا اب یہ عبارت ہم کو مفید ہوگئی کیونکہ
ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وعہد صدیقی و فاروقی رضی اللہ عنہما
میں اذان خارج مسجد دروازہ پر ہوتی تھی اور اعلام للغائبین کے لئے تھی
لیکن عہد عثمانی میں وہ داخل مسجد ہوگئی اور انصات کیلئے قرار پائی
اسوجہ سے حضرت مولانا مرحوم نے دونوں صورتوں کو ذکر فرما کے
اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ گو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اذان دروازہ
مسجد پر ہوتی تھی (والمسنون ھو الثانی) سے یہی مراد ہے لیکن عہد عثمانی
میں جہاں زیادتی اذان اول پر اجماع ہوا وہاں اذان ثانی کے داخل مسجد
ہونے پر بھی حسب تصریح حافظ ابن حجر اجماع ہوگیا اور فثبت الامر
علی ذالک میں داخل۔ اب اجماع ہوئے بعد جیسا اذان اول کو کوئی اس
وجہ سے ساقط نہیں کرسکتا کہ یہ عہد نبوی میں نہ تھی اسی طرح اذان ثانی
داخل مسجد کو بھی منع کرنے کا اسکو حق حاصل نہیں ہے خصوصاً فاضل
بریلوی کو کیونکہ اس تعامل کو جو صدر اول سے ہوا اسکو وہ بھی تسلیم کرتے
ہیں جیسا کہ بار با اسکی تصریح اپنے رسالہ میں کی گو وہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس کا وجود نہ ہو ورنہ اب تو اس

اذان ثانی مین نزاع ہے پھر مساجد کے محرابون مین بھی جھگڑا قائم ہوجاویگا کیونکہ عہد نبوی مین اُن کا وجود نہ تھا البتہ صدر اول (زمانہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تابعین) مین انکی بنیاد قائم ہوئی ہے اُسوقت فاضل بریلوی کو ایک شدید دشواری کا سامنا پیش آویگا اور کچھ عجب نہین کہ یہ رائے قائم ہوئے بعد محرابون کے انہدام کی فکر کی جاوے اُسوقت لطف تو جب ہے کہ مسجد جامع دھلی سے سلسلہ انہدام آغاز کیا جاوے۔ الغرض اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ اذان ثانی صدر اول مین ہونے کی وجہ سے حد جواز مین ہے پھر جبکہ اذان اول کی زیادتی اور اذان ثانی کے داخل مسجد ہونے پر اجماع ہوگیا اور اجماع بھی صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو کثرت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین تھے اور تو ارث اور وہ بھی ایسا زبردست جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے شروع ہوا تو اب اسکی مخالفت ممنوع ہوگئی نتیجہ صحیح اخذ کرنے کے لئے تمام عبارت پر نظر ڈالنی کی اور انکو تنقیدی نظر سے پرکھنے کی ضرورت ہے ورنہ یقیناً نتیجہ غلط نکلے گا کاش فاضل بریلوی کم از کم اسی پر نظر ڈال لیتے کہ حافظ ابن حجر مع الوقطر شخص اُس کو عہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بتارہا ہے اب اس مین کیا شبہ رہا کہ اذان داخل مسجد صدر اول سے برابر یونہی چلی آرہی ہے۔

دوسرے فاضل بریلوی اور اس بارہ مین اُن کے ہم خیال حضرات کا وہ خیال بھی خواب وخیال ہوگیا کہ علماء سابق نے تعامل کو دیکھکر اس کی مسنونیت سمجھ لی اور تحقیق کیطرف متوجہ نہ ہوئے کیا حافظ **ابن حجر** کو بھی انہیں

آپ حضرات شمار کرتے ہیں کہ جو امام فی الحدیث ہونیکے علاوہ زبردست مورخ بھی ہے تیسرے یہ کہ محمد ابن اسحٰق کی روایت اس طور پر اگر صحیح مان لی جاوے تو اب کوئی حرج نہیں کیونکہ عہد نبوی و صدیقی و فاروقی میں باب مسجد پر ہی اذان ہوتی تھی اور عہد عثمانی میں داخل مسجد منبر کے قریب ہونے لگی اور اس پر جو اجماع ہوا وہ آج تک برابر چلا آرہا ہے اسی وجہ سے عامۂ کتب فقہ میں لفظ بین یدی الامام و عند المنبر ہے جو قرب پر دال ہے جس کی آیندہ نمبر میں تحقیق ہوگی۔ یہ بھی حدیث بھی بجائے خود صحیح یا حسن رہی اور تعامل اپنی جگہ پر حجت رہا اور مولانا عبدالحی صاحب کی بھی عبارت کا مطلب ہمارے موافق ہوگیا اور وہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اذان سے مقصود اعلام للغائبین ہے لہذا خارج مسجد ہونا چاہئے کیونکہ جب یہ اذان انصات کیلئے ہوئی تو وہ زعم خود بخود باطل ہوگیا۔ اور روایات فقہیہ اور اس حدیث میں جو بظاہر تعارض تھا وہ بھی اٹھ گیا اور حضرت سائب ابن یزید کے عہد فاروقی تک اذان باب المسجد کے سلسلہ کو ختم کردینے کا بھی راز معلوم ہوگیا اور اس سے باشارۃ النص سمجھا گیا کہ آیندہ یہ سلسلہ منقطع ہے اور اسکی صراحت حافظ ابن حجر نے کردی جس سے تعامل کا آغاز صدر اول سے معلوم ہوگیا اور فقہاء کی وسیع معلومات ہونیکے علاوہ انکا بھی علم ہوگیا کہ توارث قدیم کو توڑنا کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے وہ ضرور کسی نہ کسی حجت شرعی پر مبنی ہوتا ہے ایسے موقع پر بغیر مجدد نظر اور سخت احتیاط کی ضرورت ہے

(۱) حدیث سائب ابن یزید استدلال میں ایک دقت پیش ہوسکتی ہے کہ اگر باب مسجد سے اسکا محاذی ہونا مراد لیا جاوے لیکن اسکے نسبت ہم صاف کہتے ہیں کہ ما انزل اللہ بہا من سلطان کیونکہ مدینہ منورہ

ایک دروازہ تہا جسکے بند کرنیکے بعد عین اُسکی محاذات میں شمالی دروازہ کھولا گیا جسکی نسبت علامہ سمہودی مدنی تاریخ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں لکہتے ہیں کہ ان المسجد الشریف جعل لہ ثلثۃ ابواب باب فی مؤخرہ الی جہۃ القبلۃ الیوم یدخل منہ الی المقصورۃ وھذا قد سد قدیما وباب عن یمین المصلی وباب عن یسار القبلۃ فی محاذات الباب قبلہ یدخل منہ المقصورۃ یعنی مسجد شریف کے تین دروازہ بنائے گئے تھے پہلا وہ دروازہ جو اب قبلہ کی جانب ہے جس سے مقصورہ کی راہ تھی یہ دروازہ قدیم سے بند کردیا گیا ہے دوسرا دروازہ داہنی جانب ہے تیسرا قبلہ کے بائیں طرف بند شدہ دروازہ کے محاذی۔ اب ہم میں اور فاضل بریلوی میں صرف اس قدر نزاع رہگیا کہ فاضل بریلوی تیسرا دروازہ مراد لیتے ہیں تاکہ اذان خارج مسجد ہوجاوے اور ہمارے نزدیک باب مسجد سے مراد وہ دروازہ ہے جو قبلہ کی جانب ہے اور اب مسدود ہے جبتک یہ قوی احتمال قائم ہے اُن کا استدلال باطل ہے مشہور مقولہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اس قوی احتمال کو مولانا عبد القادر صاحب شبلی حنفی مدرس مدرسہ مسجد نبوی نے اپنے فتوے میں ذکر فرمایا ہے جسکے جواب میں فاضل بریلوی نے صرف اس پر قناعت فرمائی ہے کہ یہ بھی منجملہ اُن کی سولہ جہالتوں میں سے ایک جہالت ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسے قوی احتمال کو کیوں نظر انداز کرکے انکو جہالت کا تمغہ پہنایا گیا اب ہم ترقی کرتے ہیں کہ یقیناً مراد وہی ہے جو فاضل محدث مدنی کے قلم سے نکلی ورنہ تمام

مسجدوں کے دروازے حسب رائے فاضل بریلوی محراب کے مقابل
نہ ہوتے بلکہ اُس سے جانب شمال ہٹ کر منبر کے محاذی ہوتے حالانکہ
عموماً تمام مساجد میں اسکے خلاف ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ فاضل بریلوی یہاں
بھی وہی رواج اور تعامل کا عذر پیش کر کے خاموش نہ ہو سکے مگر پھر ایک
مشکل یہ پیش آوے گی کہ کوئی بڑی مسجد دنیا میں تعمیر نہ ہو سکے اور جو تعمیر ہو گئی
ہیں جیسے جامع ازہر مسجد جامع دہلی و مسجد شاہی لاہور ان سب کی تعمیر حسب
زعم فاضل بریلوی خلاف شرع ہے کیوں کہ ان مسجدوں میں خارج مسجد
اذان دینے سے بین یدیہ کا مفاد فاضل بریلوی کے طور پر بھی حاصل
نہیں ہوتا کیونکہ اب اذان نہ غائبین کے اعلام کیلئے ہو سکتی ہے نہ حاضرین
کے انصات کیلئے۔ ممکن ہے کہ فاضل بریلوی یہ تاویل کر بیٹھیں کہ ایسے
موقع پر فنائے مسجد میں اذان ہو گی تو اس صورت میں یہ مشکل پیش آوے گی
کہ اس اذان سے تو مقصود حسب زعم فاضل بریلوی اعلام للغائبین تھا
وہ حاصل نہ ہوا اور دوسری کی صورت میں انصات للحاضرین بھی مفقود
ہے شاید اسے اپنے مقصود کو پس پشت ڈالکر فاضل بریلوی یہ فتویٰ صادر فرماویں
کہ ایسی مسجدوں میں اُس حصہ فنا میں اذان دی جاوے جو قریب دالان
ہونیکی وجہ سے قریب منبر ہے تو یہ کوئی جدید بات نہیں ہوئی اسکی تو تمام
دنیائے اسلام قائل ہے جیسا کہ مسجد جامع دہلی کے مکبر سے ظاہر
ہے کہ وہ مسجد میں داخل دالان سے خارج قریب منبر ہے دوسری
اذان جمعہ اسی پر ہوتی ہے حالانکہ فاضل بریلوی تعامل کے صریح مخالف

ہیں اور تمام اسلامی دنیا کے سامنے نئی بات پیش کرنیکے مدعی ہیں اب بجز اسکے چارہ نہیں ہے کہ ایسی مسجدوں کی تعمیر کو خلاف شرع قرار دیا جاوے اور ان کے انہدام کی فکر کی جاوے مناسب ہوگا اس کار خیر کی ابتدا مسجد جامع دہلی سے کی جاوے ولنعم ما قال سے ان الدہر آت بالاعاجیب

(۱۲) فاضل بریلوی کا فقہی استدلال یہ ہے کہ عامۃ کتب فقہیہ میں یکرہ الاذان فی المسجد وارد ہے اور اس میں تخصیص کسی خاص اذان کی نہیں ہے لہذا جمعہ کی اذان ثانی بھی اس کلیہ میں آگئی لیکن جب فاضل بریلوی نے دیکھا کہ اذان ثانی کے متعلق عموماً یہ جملہ وارد ہے کہ اذن المؤذنون بین یدی الامام اور لفظ بین یدی قریب پر دال ہے تو اسکی تاویل کر ڈالی کہ یہ صرف محاذات پر دال ہے اور حضرۃ علمیہ کیلئے ہے اور اس پر بکثرت بزعم خود شواہد پیش کر دیے اور اسکی سند میں آیات قرآنیہ کا ایک سلسلہ قائم کر دیا جیسے یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم وغیر ذالک من الآیات۔ لفظ بین یدی چھوڑ کر بعض علماء نے وہ روایتیں پیش کیں جن میں لفظ عند ہے جیسے عنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ لانہ لو انتظر الاذان عند المنبر یفوتہ اداء السنۃ وسماع الخطبۃ (ثم قال بعد) وکان الطحاوی یقول المعتبر ہو الاذان عند المنبر بعد خروج الامام مجمع الانہر میں ہے لانہ لو انتظر الاذان عند المنبر یفوتہ اداء السنۃ و سماع الخطبۃ عالمگیری میں ہے قال الطحاوی یجب السعی

ویکرہ البیع عند اذان المنبر دیکھئے ان سب کتب معتبرہ میں لفظ عند
وارد ہے جسکے معنے نزد و پاس کے ہیں جنکے مفہوم میں قرب داخل
ہے۔ جب یہ نظائر فاضل بریلوی کی حضوری میں پیش ہوئیں تو عند
اپنے معنی پر نہ رہا اور اسکے معنے بھی وہی ہو گئے جو بین یدی
کے تاویلی معنے تھے اور اس پر بھی فاضل بریلوی نے آیات و نصوص
جیسے عند ملیک مقتدر اور اس کے ماسوا پیش کر دیں کہ دیکھو
اللہ کے نزدیک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور صلحاء امت
بھی حالانکہ دونوں کے مراتب میں بیحد فرق ہے اور دیکھو لفظ
عند سب کو شامل ہے معلوم ہوا یہ قرب کیلئے خاص نہیں ہے
غرض بین یدی سے کثرت شواہد میں عند بھی کم نہ رہا خیر یہ سب
کچھ ہوا لیکن اس کا کیا جواب ہے جو عالمگیری میں ہے کہ الاصح
ان کل اذان یکون قبل الزوال فھو غیر معتبر والمعتبر اول الاذان
بعد الزوال سواء کان علی المنبر او علی الزوراء کذا فی الکافی
دیکھئے یہاں نہ تو لفظ عند المنبر ہے نہیں بین یدی الخطیب تاکہ باب
تاویلات کشادہ ہو یہاں تو علی المنبر ہے جو صاف قرب پر دال ہے
اب یہی کھینچ تان سو وہ یہاں بھی ہو سکتی ہے کہ علی استعلاء کیلئے
آتا ہے اور ظاہر ہے کہ منبر پہ تو اذان نہیں ہوتی بلکہ اسکے سامنے
جب یہ اپنے معنی حقیقی سے تجاوز کر گیا تو ممکن بلکہ واجب ہے کہ محاذات
کے معنی اس میں حلول کر گئے ہوں۔ مگر ہم ان کھینچ تانوں کے جواب بھی

میں اپنا وقت عزیز نہیں ضائع کرتے ناظرین کی فطرت سلیمہ پر اُس کا فیصلہ چھوڑتے ہیں۔

(۱۳) یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ لفظ بَین یدی و عند سے ان کے حقیقی معنے قرب کیوں سلب کرلئے گئے کشاف اور مدارک میں تو بین یدی کی نسبت صاف یہ تصریح موجود ہے کہ وحقیقة قولهم جلست بين يدى فلان ان يجلس بين الجهتين المسامتين بيمينه وشماله قريبا منه اسی طرح عامۂ کتب تفسیر وادب میں اسکے معنے قرب کے تحریر کئے ہیں کثرتِ نقل سے ہم مضمون کو دراز نہیں کرنا چاہتے ورنہ ایک کتاب اس طولانی مضمون کیلئے درکار ہے رہا لفظ عند تو اسکو قرب کیلئے نہ کہنے سے لغت کی بے اعتباری کا اندیشہ ہے مبسوط میں ہے کہ عند عبارة عن القرب۔ اسی وجہ سے بعض کتب فقہیہ جامع الرموز وغیرہ میں اس کی تصریح آچکی ہے کہ اُن میں عند المنبر کے معنے قریبا منه درج ہے تو اب فاضل بریلوی کو کونسا حق حاصل ہے کہ وہ احناف کو اس قرب کے معنے کہیں اور استثناء سے روکیں بیشک لا یؤذن فی المسجد صحیح ہے لیکن اذان ثانی اس کلیہ سے مستثنے ہے اور اُس کا استثناء نہیں بَین یدی و عند سے ہوگیا اب رہیں آیات و نصوص تو اس کا جواب سہل ہے کیونکہ درحقیقت لفظ بین یدی و عند قرب مکانی کیلئے موضوع ہیں اور ظاہر ہے کہ اُن نصوص میں قرب مکانی نہیں

مراد ہے بلکہ قرب رتبی مقصود ہے جسکے لحاظ سے یہ ہرد و مجاز ہو گئے اور قرب رتبی معنی مجازی ٹھہرا پایا اور یہ بات روز روشن کی طرح تاباں ہے کہ اللہ جل جلالہ کے احاطہ علمی میں تمام عالم آگیا ہے اس قرینہ سے وہاں لفظ بین یدی میں وسعت آگئی اور لفظ عند بھی اُس کے شریک فی الوسعۃ ہو گیا لیجئے قصہ ختم شد ہ

؏ اتنی سی بات تھی اسے افسانہ کردیا ؏ یہ کسنے دعوی کیا تھا کہ اگر کسی لفظ کے کوئی حقیقی معنے بتائے جادیں تو وہ کبھی معنی مجازی میں مستعمل نہ ہوگا ہاں یہ امر ضروری ہے کہ جبتک حقیقی معنی متعذر نہ ہوں معنے مجازی نہیں مراد ہو سکتے اور عند التعذر معنی مجازی پر قرینہ قائم ہونے کی صورت میں معنی مجازی کا ارادہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے موافق حضرات علماء کا بھی یہی کہنا تھا کہ لفظ عند المنبر و بین یدی الخطیب میں حقیقی معنی کی رو سے ہمارا مدعا حاصل ہو گیا اس پر فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں آیات میں تو یہ معنی مراد نہیں ہے ہم کہتے ہیں نہو کیوں کہ وہاں معنی مجازی پر قرینہ قائم ہے پھر کیا اس سے اُسکے معنی حقیقی ہمیشہ کیلئے رخصت ہو جاوینگے۔

(۱۴) صاحبو آؤ ہم تمکو معتبر کتاب فقہ کی ایسی صاف عبارت دکھائیں جسکے بعد ہمیشہ کیلئے گفتگو کا خاتمہ ہو جائے اور تاویلات کی رگ قطع کر دے مراقی الفلاح میں ہے والاذان بین یدیہ کالاقامۃ جرٰی بہ التوارث یعنی جمعہ کی اذان ثانی امام

کے سامنے اقامت (تکبیر) کی طرح ہوا اسی پر توارث چلا آیا ہے
یہاں اذان ثانی جو اقامت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس سے
مقصود بجز اسکے نہیں معلوم ہوتا کہ جیسے اقامت داخل مسجد حاضرین
کے اعلام کیلئے ہوتی ہے اُسی طرح یہ اذان ثانی بھی داخل مسجد
ہونا چاہیئے ورنہ کالاقامۃ کا لفظ بیکار ہو جاوے گا۔
ہمارے خیال میں صاحب مراقی الفلاح فقیہ ہونیکے علاوہ ملہم
من اللہ بھی تھے کچھ عجب نہیں کہ انہوں نے یہ خیال کیا ہو کوئی
صاحب جدت پسند بین یدی میں تاویل کر کے مسجد سے اذان
ثانی کو نکال باہر کریں اور اعلام للغائبین کی صدا بلند کر کے عام کلیہ
لایوذن فی المسجد میں داخل کر دیں اس لحاظ سے انہوں نے
کالاقامۃ کی قید بڑھا دی تا کہ کسی کو کلام کرنیکی گنجایش نہ ملے اور پھر لطف
یہ کہ جری بہ التوارث کا جملہ ارشاد فرما کے مخالفین کا ہمیشہ کیلئے
منہ بند کر دیا تا کہ کوئی اسکو معمولی تعامل اور رواج سمجھ کے حضرت مجدد
الف ثانی و علامہ شامی کی عبارتیں پیش کرنا شروع نہ کر دے۔ یہاں
ایک ادنی تامل کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے جملہ احناف اور رفاضل
بریلوی کی ہمیشہ کیلئے صلح رہتی مگر کیا کریں مسلمانوں کے ادبار کا دور ہی
نہیں ختم ہوتا ہے آئے دن اصول چھوڑ فروع میں نزاع و تکرار رہتی ہے
اور اُس کا سلسلہ ہے کہ برابر بڑھ رہا ہے اللھم اصلح امۃ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم آمین یا رب العالمین ؁

ای بسراپردہ یثرب بخواب خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

کتبہ العبد المسکین معین الدین الاجمیری کان اللہ لہ المدرس

فی المدرسۃ المعینیۃ العثمانیۃ

الحمد للہ الوہاب مجیب السائلین بالصدق والصواب والصلوۃ والسلام علی من انزل علیہ الکتاب سید الانام خیر الداعین الی الحق الصراح والصراط المستقیم وعلی آلہ واصحابہ المنادین باعلی النداء الی کلمۃ الحق والصواب اما بعد فانی رأیت ہذا الکتاب المستطاب مولف العالم الامجد البارع الاوحد معین الدین والاسلام لازال کاسمہ معینا للانام فی کشف الظلام عن وجوہ المسائل والاحکام فقد اجاد فی جوابہ واصاب الفاضل العلام فی مسئلۃ الاذان والاعلام بین یدی المنبر یوم الجمعۃ سید الایام اذا صعد الخطیب المنبر لانصات الحاضرین واستماعہم ذکر اللہ کما ہو مذہب الجماہیر الاعلام المتوارث بین اہل الاسلام لاریب فیہ ہدی للمتقین وارغام للمرتابین کیف لا وقد اثبتہ الفاضل المجیب اللبیب بالبراہین والادلۃ من نقل اخبار الاخیار الاجلہ فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء آمین وانا العبد الفقیر الی اللہ الغنی الباری السید محمد مخدوم الحسینی الحسنی القادری المعروف بالسید خواجہ پیر الحسینی القادری النظامی عاملہ اللہ بلطفہ السامی ہذہ الرسالۃ تمت وختمت

اعلان

دفتر اشاعۃ العلوم حیدرآباد میں بغرض افادات قومی کتب دینیہ طبع اور شائع ہو رہے ہیں چنانچہ کتب من رجہ نقشۂ ذیل اصلی لاگت پر دفتر مجلس اشاعۃ العلوم واقع شبلی گنج اندرون مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں ملتے ہیں اور کتب خانہ دائرۃ المعارف واقع چھتہ بازار میں بھی کتب موجود ہیں جن علم دوست اصحاب کو خرید کرنا مطلوب ہو ہر دو جگہ سے خرید فرما سکتے ہیں

فہرست کتب طبع شدہ مجلس اشاعۃ العلوم مع صراحت صفحات و قیمت بابتہ ۱۳۳۳ف

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	تعداد صفحات	قیمت	کیفیت
۱	خدا کی قدرت نظم اردو	حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ	استمداد اولیا	۸	۴؍	مولوی خرم علی صاحب کی اشعار کے جواب میں نسبت استمداد اولیاء اللہ
۲	مقاصد الاسلام حصہ پنجم اردو	"	اخلاق	۱۷۶	۵؍	فقر و فقیری تصوف خلافت جزا و سزا کا ثبوت
۳	" حصہ ششم	"	"	۳۰۰	۱۲؍	عبداللہ بن سبا کے حالات اور شہادت حضرت عثمان رضی کے واقعات و ثبوت اتباع اولیاء اللہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم سے نسبت تقوی و توجہ الی اللہ و توکل و یقین و مختصر حالات خلفائے راشدین
۴	" حصہ ہفتم	"	"	۱۸۷	۸؍	عجائب جسم انسانی کے طبی حالات طبیعت خباثت و رسالے متعلق اختلاف فرقہ اہل [illegible] ثبوت قیامت تجدد امثال [illegible] دہریوں کو معجزات و کرامات [illegible] ضرورت

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	فن	تعداد صفحات	قیمت	کیفیت
۵	انوار الودود فی مسئلہ وحدۃ الوجود	حضرت مولانا ابو محمد انوار اللہ صاحب قبلہ	تصوف	۱۰	۲ر	وحدۃ الوجود کا دلائل عقلیہ سے ثبوت
۶	مکارم الحفاظ اردو	مولوی حفیظ اللہ خان صاحب	حفظ قرآن	۸۴	۳ ۴ر	حفظ قرآن کے متعلق عمدہ نکات ولطائف وفضائل حفاظ
۷	حکمۃ بالغہ جلد اول	مولوی محمد مکرم صاحب چریاکوٹی	کلام	۶۸۰	۸ر	قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت اور مخالفین کے شبہات کے جواب
۸	حکمۃ بالغہ جلد دوم	"	"	۳۱۶	۸ر	
۹	حکمۃ بالغہ جلد سوم	"	"	۱۴۰	۴ر	"
۱۰	السبع الاسمع عربی	"		۳۰	۱۰ر	بہت فصیح وبلیغ بے نقط عربی خطبہ
۱۱	سفینۂ نجات	مولوی عبد الجلیل صاحب نعمانی	فقہ	۹۶	۳ ۴ر	مسائل ضروریہ ارکان اسلام ومسائل تعلیمیہ صوم وصلات
۱۲	نقشۂ انوار الفرائض	مولوی قسیم الدین صاحب	فرائض		۳ ۶ر	ترکہ میت کی تقسیم مذہب اسلام و شاستر ہنود کے لحاظ سے
۱۳	نقشہ ہائے فقہ اردو	مولوی عبد اللہ صاحب مولوی فاضل	فقہ	۵ عدد	۲ ۶ر	وضو ونماز کے شرائط فرائض وواجبات ومکروہات وغیرہ
۱۴	خطبۂ میلاد النبی اردو	مولوی سجاد مرزا بیگ صاحب	خطبہ	۴۴	۳ر	مختصر حالات پیدائش آنحضرت صلعم
۱۵	العروۃ الوثقیٰ عربی	مولوی سید غلام محمد بن الیمن صاحب مہاجر	سیر	۱۲۴	۵ر	رد اور فضیلت بیعت اور جواز محفل میلاد
۱۶	الوسیلۃ العظمیٰ عربی	"	"	۱۳۶	۴ر	جواز قیام وقت ذکر ولادت آنحضرت صلعم
۱۷	زاد السبیل الی دار الخلیل اردو	مولوی سعد اللہ صاحب		۱۳۷	۴ر	مناسک حج وعمرہ وممنوعات ومکروہات احرام کا بیان
۱۸	اعظم التجوید اردو	مولوی سلامت اللہ صاحب	تجوید	۴۴	۱ ۶ر	قرأت قرآن کا مدلل ثبوت وقواعد تجوید کا حال
۱۹	سخاوت الشرف اردو	"	فقہ	۴۰	۱ ۶ر	آہستہ اور پکار کر ذکر کرنے کا ثبوت
۲۰	رفع الحجاب عن مسئلۃ الخضاب	"	"	۳۲	۲ر	کالا خضاب جائز ہونے کا ثبوت

غلط نامۂ القول الاظہر فیما یتعلق بالاذان عند المنبر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۴	جنکی	جسکی	۸	۷	دیی	دیتی
۲	۲	پر	پر یہ	״	۹	وہ خیال	وہ یہ خیال
״	۱۴	استثناء معلوم	استثناء نہیں معلوم	۱۰	۱۴	شبہے دوتہے	شبہے ضرور دیتے
۳	۶	حس	حسن	״	۱۹	نبض	بنفس
״	۸	اونکی	اسکی	۱۵	۶	مناسب	مناسبت
۴	۲	وین	رہین	״	۱۸	مِن غَیر	مِن غَیرِہٖ
״	۴	دوسرے سے	دوسروں سے	۱۶	۱۵	نہتی	فقہی
״	۱۱	سنین	سنن	۱۷	۷	کون	کونسا
۵	۴	آمام	امام	״	۸	مالک رح	مالک رح نے
״	۱۳	دوسدے	دوسرے				
״	۱۹	نعت	نعمت	۱۸	۳	اتبعوا	اتَّبِعُوا
۶	۲	ہو	ہے	۱۹	۴	نئی	[illegible]
۷	۱	اجاع تواتر	اجماع وتواتر	۲۰	۱۹	ایمہ	ائمہ
״	۱۵	فیتبع	ویتبع				
״	۱۸	آیتہ	آیہ				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳	۱۷	تاتیھما	تاتیھما
"	"	لاحادیث	الاحادیث
۲۶	۱۲	وثتایۃ	وثتایۃ
"	۱۴	توشیق	توثیق
۲۷	۱۴	والی بکر	وابی بکر
"	۱۶	حرحسں	جبرئین
۲۸	۵	ابوزرعستر	ابوزرعہ
"	۱۳	عنیمۃ	عیینہ
۳۰	۱۱	ضرب	ضرب
"	۱۸	جدلی	جدلی
۳۳	۶	بہ	بہ
"	۱۴	ہوگیا	ہوگیا
۳۵	۱	حجہ	حجر
۳۶	۴	والمسقون	والسنون
"	۱۴	داحل	داخل
"	۱۸	کی سے خواہ	کی خواہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۹	۱۱	۵ ر	۵ د
"	۱۳	استدلال	استدلال
"	۱۸	ترحی	ترقی
۴۰	۲	مبنر	منبر
"	۵	مشقل	منتقل
"	"	خلاف تشریح	خلاف تشریح
"	۱۴	مقصود	مفقود
۴۱	۳	ہوتا اس	ہوگا کہ اس
"	۶	وارد ہے	وارد ہو
"	"	کردے	کردئے
"	۱۸	التنۃ	السنۃ
۴۳	۱۳	معنے	ابی بجائے
"	۱۵	دعد رکھین	دور رکھین
"	۱۶	اہنین	اپنی لفظا
۴۴	۱۰	مجازی کا ارادہ	مجازی ارادہ
۴۶	۱۴	براصین	براہین
"	۱۶	الحینی	الحسینی